کے معاشی عادلانہ نظام کو تہس نہس کرنے والی یہ لعنت مکمل طور پر ختم کر دی جائے اور اس ملک میں اسلام کا منصفانہ عادلانہ معاشی نظام جاری ہو۔

صدر محترم کے ان اعلانات میں سب سے اہم اعلان چاروں صوبائی ہائی کورٹوں میں شریعت بنچ اور سپریم میں اپیل شریعت بنچ کے قیام کا فیصلہ ہے اور جس پر بارہ ربیع الاول سے انشاء اللہ عملدرآمد ہوگا۔ چونکہ ایسے بنچ کا قیام اس ملک میں پہلا اور نیا تجربہ ہے اور اس کے دیرپا انقلابی نتائج پورے معاشرہ پر اثر انداز ہو سکتے ہیں جبکہ ایسے تجربات پر دنیائے اسلام اور دیگر اقوام کی نظریں بھی لگی ہوئی ہیں اس لئے طبعی طور پر صدر محترم کے اعلانات میں اب تک زیادہ زیر بحث شریعت بنچ ہی آرہے ہیں۔ اسکی حسن و قبح پر گفتگو ہو رہی ہے۔ اور اصلاحی بیانات میں کوششیں ہو رہی ہیں کہ شریعت بنچوں کی تشکیل اس کے دائرہ کار اور طریق کار میں ایسی کوئی خامی نہ رہے جو آگے اس تجربہ کی ناکامی یا اسکی تضحیک کا ذریعہ بن جائے یا پھر خدانخواستہ یہ بنچ اسلامی قوانین اور تعبیر و تشریح اور توضیح کے کام میں مزید اضطراب و انتشار برپا کرنے کا ذریعہ نہ بن جائیں۔ اس سلسلہ میں بڑا اعتراض تو اس اطلاع سے ر ہوگیا ہے کہ شریعت بنچ کے دائرہ کار سے مسلم پرسنل لاء، مالیاتی قوانین وغیرہ کے **غیر موقت** استثناء کے سلسلہ آرڈیننس میں ترمیم کیا جارہا ہے گویا یہ مستثنیات متبادل انتظامات تک ایک محدود وقت تک رکھی گئی ہیں اگ ایسا نہ ہوتا تو اس میں شک نہیں کہ مالیاتی نظام کے سلسلہ میں ایک بحران پیدا ہو سکتا ہے مگر جہاں تک مسلم پرسنل اور عہد ایوب کے رسوائے زمانہ عائلی قوانین کا تعلق ہے اس کو تحفظ دینے کی بات پر قوم بجا طور پر محو حیرت ہے ہے۔ ہماری رائے میں یا تو فوری طور پر عائلی قوانین کے بارہ میں علماء اسلام کی ترامیم کو قبول کر کے اس کے غیر اسلا پہلوؤں کو ختم کر دیا جائے یا شریعت بنچ کے دائرہ اختیار سے ان قوانین کے استثناء کو فوری طور پر ختم کر دیا

---

سب سے بڑی اور نہایت خطرناک خامی جو مجوزہ شریعت بنچوں میں رکھی گئی ہے وہ یہ کہ ان بنچوں کی تشک میں مفوضہ کام اور ذمہ داریوں کی اہلیت و صلاحیت اور استعداد کو قطعی طور پر نظر انداز کر دیا گیا ہے۔ ان بنچوا کی تشکیل ہائی کورٹ اور سپریم کورٹ کے موجودہ جج حضرات سے کی جائے گی، اسلامی شریعت اور فقہ پر براہ را عبور رکھنے والے علماء اس میں شامل نہیں، ان کا کام صرف اس قدر ہوگا کہ اگر ضرورت پڑی تو وہ وکیلوں کی طرح ان کو قانونی مشورہ دے سکیں گے جبکہ کوئی بنچ ایسے مشوروں کے ماننے کا پابند نہیں ہوگا ــــــ یہ اس ملک کی بدقسم اور ستم ظریفی کی انتہا ہے کہ یہاں اسلام اور اسلامی نظام کے سلسلہ میں کوئی بھی قدم خلوص، للہیت، حقیقت اور صحیح منصوبہ بندی کے تحت نہیں اٹھایا جاتا، ہم زندگی کے ہر شعبہ میں رجال کار کی صلاحیت اور استعداد (کوالیفک کو ملحوظ رکھتے ہیں مگر جب اسلام کی ترجمانی و تشریح کی بات آتی ہے تو ملک کا وہ تعلیم یافتہ طبقہ جو عہد غلامی کی نحوست ا

اور ضروریات کی وجہ سے انتظامیہ اور عدلیہ پر قابض چلا آرہا ہے۔ وہ ایک طرف تو چیخ پڑتا ہے کہ علماء کو اسلام کی تشریح و ترجمانی کا استحقاق یا پاپائیت اور اجارہ داری ہے۔ مگر دوسری طرف وہ عدم استعداد اور سرسری صلاحیت کے باوجود اسلامی قانون سازی کی تشریح و تعبیر کے نہایت نازک کام کا "اجارہ دار" صرف اپنے آپ کو سمجھنے لگتا ہے۔ نااہل ہاتھوں کا اسلام کے قانونی مباحث اور تشریحات کا اپنے لئے الاٹمنٹ کراتے رہنا بھی اس ملک میں صحیح طور پر اسلامی نظام کے نفاذ کی راہ میں بنیادی رکاوٹ بنا ہوا ہے۔ جن ججوں کی تعلیم و تعلّم، مطالعہ اور تشریح و توضیح کی ساری زندگی انگریزی اور مغربی دساتیر و قوانین کے گرد گھومتی چلی آرہی ہے وہ آج اسلامی ماخذ کتاب و سنت اجماع و قیاس اور اس کے بیشمار اصول و فروع اور ضوابط و شرائط کی نہایت نازک اور کٹھن استعداد رکھے بغیر اسلام کے ترجمان بن بیٹھیں تو یہ کتنی نامعقول بات ہوگی، اپریشن اور سرجری کے لئے ہمیں ڈاکٹر کی ضرورت ہوتی ہے صنعتی اور تعمیراتی کاموں کے لئے انجینیروں کی، الغرض ہر شعبۂ زندگی میں ہم متعلقہ کاموں سے وابستہ افراد کی تلاش کرتے ہیں مگر ہماری موجودہ عدالتوں کے جج حضرات اسلامی قانون سازی کا یہ نہایت مشکل کام بھی بلا شرکت غیرے اپنے لئے مخصوص رکھنا چاہتے ہیں —— تو اس طرح کئی مسائل کھڑے ہو سکتے ہیں۔ پھر کیا ضمانت ہے کہ ایسے بنچ اسلامی مآخذ، فقہی نظائر اور ائمہ اربعہ کے متفقہ فیصلوں اور جمہوریت کے طے شدہ مسائل میں بھی اجتہاد مطلق کا دروازہ کھولنے کا ذریعہ بن جائیں۔

آجکل کے ماڈرن حضرات میں کوئی تعدد ازدواج پر پابندی کو تقاضائے اسلام سمجھتا ہے، کوئی پوتے کی وراثت کو حکمِ اسلام، کوئی زنا بالرضا کو ناقابلِ دست اندازی جرم اور کوئی مذہبیات اور اعتقادات میں بھی ہر طرح کے مادر پدر آزاد خیالات و آراء کو "بنیادی حق" قرار دیتا ہے۔ اور کوئی اسلامی قانون کے لازمی اور اساسی سرچشمہ حدیث کی حجیّت کا قائل نہیں —— ان خطرات و مفاسد کا بنیادی حل ایک ہی ہے کہ مجوزہ بنچوں کے ارکان کی اکثریت جیّد معروف اور ذی استعداد علماء (جو براہِ راست عربی و اسلامی علوم پر عبور رکھتے ہوں) پر مشتمل ہونی چاہئے۔ موجودہ عدالتوں کے ایک دو جج بطور معاون رکھے جائیں تو حرج نہیں۔ یہاں یہ امر بھی قابلِ وضاحت ہے کہ مسلمانوں کے بنیادی طبقات اور مکاتبِ فکر میں مسلم پرسنل لاء، حدود و تعزیرات، اصلاح منکرات اور فواحش کے استیصال کے سلسلہ میں کوئی فقہی اور قانونی اختلافات نہیں ہیں، نہ مالیاتی اور معاشی مسائل کے سلسلہ میں طبقاتِ فکر کا اختلاف سامنے آسکتا ہے۔ (جاری)

واللہ یقول الحق وھو یھدی السبیل۔

سمیع الحق